اجتماعی زندگی اور بقا لئے ضروری ہے کہ جانے والوں کی قائمقام نسل پیدا ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍جنوری ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (الملک:۲،۳)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

انسانی زندگی میں، زندگی، موت اور ابدی زندگی کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جاری کیا اس کا ایک تعلق تو افراد سے ہے اور ایک بڑا ہی اہم تعلق جماعت سے ہے یا امتِ مسلمہ سے ہے۔

امتِ مسلمہ نے اپنی چودہ سو سالہ زندگی میں اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا تھا کہ اجتماعی زندگی، امتِ مسلمہ کی زندگی اور بقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ جانے والوں کے بعد ان کی قائم مقام نسل پیدا ہوتی رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زمانہ جسے فیج اعوج کا زمانہ کہا جاتا ہے جس زمانہ میں بظاہر اسلام انتہائی کمزوری اور تنزل میں ہمیں نظر آتا ہے اس زمانہ میں بھی ٹھاٹھیں مارتے دریا کی طرح خدا تعالیٰ کے مقربین کا گروہ ہمیں نظر آتا ہے۔ امتِ مسلمہ نے کبھی یہ نعرہ نہیں لگایا کہ خالدؓ مر گئے اور ان کے بعد کوئی خالدؓ پیدا نہیں ہوگا، محمد بن قاسم اس جہان کو چھوڑ کے چلے گئے اور اب امتِ مسلمہ محمد بن قاسم جیسے انسانوں سے محروم رہے گی یا طارق آئے، اور چھوٹی عمر میں اور تھوڑے سے

زمانہ میں انہوں نے ایک عظیم کام کیا۔ ایک عظیم خدمت، دینِ اسلام کی کی۔ اس کے بعد اب کوئی طارق پیدا نہیں ہوگا بلکہ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسول ہیں اور آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں قیامت تک خالد، محمد بن قاسم اور طارق پیدا ہوتے رہیں گے۔ ایسے جاں نثار کہ اپنے جذبۂ جان نثاری کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی معجزانہ تائید ان کو حاصل ہوگی اور اسلام کے انقلابِ عظیم کے لئے وہ کارہائے نمایاں کرتے چلے جائیں گے جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

اِذَا سَیّد مِنَّا خَلَا قَامَ سَیّدٌ

کہ جب ہمارا ایک سردار اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو ویسا ہی ایک اور سردار کھڑا ہو جاتا ہے اس کی جگہ لینے کے لئے۔

تو جن جماعتوں میں (امتِ مسلمہ کی) ہمیں تنزل یا کمزوری نظر آتی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ اس حقیقت کو بھول گئے تھے اور جانے والوں کے قائم مقام کم از کم اس قسم کے نہیں تھے جس قسم کے کہ جانے والے تھے ویسے تو جب ضرورت بڑھی تو خدا تعالیٰ کی تائید نے ہر کام کرنا تھا ایسے لوگوں کے لئے تائیدات الٰہی بھی بڑھ گئیں اور جہاں تلوار سے اسلام کو زک پہنچانے کی کوشش کی گئی وہاں خالدؓ جیسے محمد بن قاسم جیسے اور طارق جیسے اسلام کو خدا نے دیئے، لیکن اسلام کی طاقت اور اسلام کی یہ خوبی کہ اس میں اثر پیدا کرنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کا تعلق تلوار سے نہیں، اس کا تعلق ان اخلاق سے ہے کہ جو خلقِ عظیم کی پیروی کے نتیجہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کی زندگی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا تعلق اس نور اور حسن سے ہے جو اسلام میں پایا جاتا، جس پر فدا ہونے والے ان پروانوں سے کہیں زیادہ ایثار اور قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں جو شمع پر اپنی جان دیتے ہیں اور نورِ خدا سے لے کر نور پھیلانے والے اور حسن سے خوبصورتی حاصل کر کے دنیا کی فضا کو خوبصورت بنانے والے اور معاشرہ میں حسن پیدا کرنے والے بن جاتے ہیں۔

جہاں، جس وقت، جس گروہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اس حقیقت کو وہ بھول گئے وہاں ہمیں کمزوری اور تنزل بھی نظر آنے لگتا ہے۔ اس اہم بات کی طرف اس وقت میں جماعت کو

توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جو انسان پیدا ہوتا ہے وہ بوڑھا ہو جاتا ہے، کام کے لائق نہیں رہتا یا فوت ہو جاتا ہے اور اپنے رب سے اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے لیکن الٰہی سلسلہ کو جس نے ساری دنیا میں دین الحق کو غالب کرنا ہے ان کے قائم مقام ملتے رہنے چاہئیں، اگر پہلوں سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم پہلوں جیسے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ کچھ عرصہ سے جماعت (یہ جماعت کی اجتماعی زندگی کا تقاضا ہے) اس طرف توجہ نہیں دے رہی اور میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر ہم نے فوری اس طرف توجہ نہ دی تو ایک بڑا خطرناک دھکا بھی لگ سکتا ہے، نقصان بھی پہنچ سکتا ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو۔ عارضی طور پر ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کا منصوبہ ناکام نہیں ہوا کرتا۔ کمزوری دکھانے والے ایک حصہ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اپنے ماحول میں۔ جو بات دس سال میں ہونی ہے وہ پندرہ سال میں ہو جائے گی، بیس سال میں ہو جائے گی لیکن کامیاب تو خدا تعالیٰ کا منصوبہ ہی ہوگا اور آج منصوبہ یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق نے قائم کیا جس کی محبت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس قدر تھی کہ قیامت تک کے علماء اور بڑے بڑے بزرگ اور آپ سے فیض حاصل کر کے روحانی رفعتوں کو حاصل کرنے والے وہ کروڑوں جو آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ان میں سے اس ایک کو چنا اور اسے سلام پہنچایا اپنا۔

یہ عظیم اور دین الحق کو اپنے انتہائی عروج تک پہنچانے والا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کے لئے واقفین زندگی چاہئیں اور جلد چاہئیں۔ جلد سے میری یہ مراد نہیں کہ آج شام سے قبل، چھ مہینے سال لگ جائے گا۔ جو پڑھ رہے ہیں نوجوان، وہ غور کریں وہ اپنی زندگیوں کی حقیقت کو سمجھیں، وہ اپنے مقام کی عظمت کو پہچانیں۔ دنیا اگر ان کو دس لاکھ روپے ایک ملین (Million) ماہانہ بھی دے تو ان کی وہ عزت قائم نہیں ہوتی جس قدر وہ عزت جو خدا کی راہ میں حقیقی وقف کی روح پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں پیار دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

تو بی۔ اے اور ایم۔ اے یا بی۔ ایس۔ سی اور ایم۔ ایس۔ سی (میں سمجھتا ہوں کہ) درجنوں ہمیں چاہئیں اس وقت۔ اس لئے کہ پہلے تھوڑے آدمی کام کر لیتے تھے، تھوڑا کام تھا۔

پہلے بوڑھے بھی کام کر لیتے تھے کیونکہ بوجھ کم تھا کام کرنے والے پر لیکن خدا تعالیٰ نے فضل کیا۔ وہ ایک جسے ساری دنیا نے دھتکار دیا تھا، ایک کروڑ سے زیادہ بن گیا تو ایک کا کام جو تھا وہ کروڑ گنے زیادہ بھی تو ہوگیا۔

تو اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے ہمیں واقفین چاہئیں پڑھے لکھے۔ پہلی شرط: اخلاص رکھنے والے۔ دوسری شرط: اخلاص کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کچھ مطالعہ کر چکے ہوں اور باقی ہم ٹریننگ دیں گے۔ تیسرے: ان کو اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تربیت دی جائے گی مثلاً کسی کو ایک سال کی تربیت اگر ہم سمجھیں گے کہ یہ اب قابل ہوگیا ہے بوجھ اٹھانے کے، کسی کو دو سال کی تربیت، مگر چاہیئے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی ایک حد تک معرفت رکھنے والا ہو اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے عشق کا جذبہ پایا جائے، جس کے سینے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لہریں لے رہی ہو، جو ہر وقت ہر آن ہر گھڑی اپنی زندگی میں اپنے نفس کو بھول کر صرف خدا اور محمد کو یاد رکھتا ہو، تو ایسے لوگ آگے آئیں۔ ایسے بچوں کو ماں باپ پیار اور محبت کے ساتھ اور اس حقیقت کو بتاتے ہوئے آگے لائیں۔

پھر بہت سی چیزیں اور بھی دیکھنی پڑیں گی اور بعض کو جماعت قبول کر لے گی دعاؤں کے بعد اور بعض کو وقتی طور پر یا مستقل طور پر رد کر دے گی۔ مختلف حالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک سال دو سال لگ جائیں زیادہ سے زیادہ لیکن آنے شروع ہو جانے چاہئیں بی۔اے، ایم۔اے نوجوان۔ نوجوان سے میری مراد ہے کہ ایسا بی۔اے یا ایم۔اے جس کو ایم۔اے اور بی۔اے کا امتحان پاس کئے ہوئے پانچ سات سال سے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو۔

میں نے وقف بعد ریٹائرمنٹ کی ایک سکیم چلائی تھی لیکن حالات دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر وہ سارے واقفین غالباً سو سے بھی زیادہ ہیں جنہوں نے وقف کیا ہے لے بھی لئے جائیں تو جماعت کا کام نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جس وقت وہ ریٹائر ہوتے ہیں تو اپنی طاقت اور استعداد اور زور اور ہمت کا بہت سارا حصہ کسی اور پر قربان کر چکے ہوتے ہیں جہاں وہ نوکری کر رہے ہیں۔

طاقت اور ہمت کے لحاظ سے (صرف ایک لفظ لے کے مثال دے رہا ہوں تا کہ آپ سمجھ

جائیں) وہ اپنے وجود کے پچاس فیصد ہوتے ہیں اس وقت یا چالیس فیصد ہوتے ہیں یا تیس فیصد ہوتے ہیں۔ وہ اپنی طاقت اور ہمت کے لحاظ سے اپنے وجود کے سو فیصد بہرحال نہیں ہوتے۔ بعض بیماریاں ہیں جو اپنی ہی غلطیوں کے نتیجہ میں بڑی عمر میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کے آثار ان کے اندر پیدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ گھٹنے کی درد ہے، اعصاب کی کمزوری ہے اور اس قسم کی بہت سی بیماریاں ہیں جن کا تعلق غلط کھانے، غلط بوجھ برداشت کرنے، غلط عادتیں پڑ جانے کے نتیجہ میں بڑی عمر میں ظاہر ہوتی ہیں۔ بہرحال اگر ان میں اخلاص ہو تو کچھ نہ کچھ کام لیا بھی جاسکتا ہے نہیں بھی لیا جاسکتا لیکن میں ان کی بات اس وقت نہیں کر رہا۔ میں تو اس احمدی نوجوان کی بات کر رہا ہوں جو خدا اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں، ان کے معیار کے مطابق سچے اور حقیقی احمدی ہیں اور مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے گروہ میں یا شامل ہیں یا پورا جذبہ رکھتے ہیں کہ اس میں شامل ہو جائیں۔

تو جماعت کوشش کرے اور اس ضرورت کو پورا کرے ورنہ کوئی اور قوم کھڑی ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کا منصوبہ ہے کامیاب ضرور ہوگا اگر پاکستان نہیں دے گا، اگر ہندوستان نہیں دے گا، اگر موجودہ جو جماعت ہے وہ نہیں دے گی تو نئے آنے والے دیں گے، نئے آنے والے کئی بہت آگے نکل جاتے ہیں۔

بعد میں آتے ہیں مگر آنے والوں کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں مگر ہر احمدی کے دل میں یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ بعد میں آنے والا اس سے آگے نہ نکلے ورنہ تو زندگی کا مزہ ہی کوئی نہیں اگر ہم نے اسی طرح بعد میں آنے والوں سے شکستیں کھا کھا کے خدا کے حضور پہنچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ اور فراست عطا کرے۔ آپ کی نوجوان نسل کو ایمان، اخلاص اور ایثار عطا کرے اور عزم اور ہمت دے اور ان کو وہ نور عطا کرے جس کے نتیجہ میں وہ اس حقیقت کو سمجھنے لگیں اور اپنی جانیں اس کے حضور پیش کر دیں جس کے حضور سے (اللہ تعالیٰ) انہوں نے ابدی زندگی اس کی رضا کی جنتوں میں حاصل کرنے کی خواہش رکھی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین''

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷؍فروری ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۴)